اراکان کے مظلوم مسلمان

مولانا محمد نفیس خان ندوی

مشرقی ایشیا کے جنوب میں ڈھائی لاکھ مربع میل کے رقبہ میں آباد ملک برما کہلاتا ہے، جس کی راجدھانی رنگون ہے، برما کا شمار دنیا کے غریب ترین ملکوں میں ہوتا ہے۔ 1996ء میں اس کا سرکاری نام تبدیل کر دیا گیا اور اب یہ ملک ''میانمار'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق اس ملک کی آبادی تقریباً 7 کروڑ ہے، جن میں اکثریت ''گوتم بدھ'' کے ماننے والے بدھسٹوں کی ہے۔ برما کی پوری آبادی 14 مختلف صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے اور ان صوبوں میں ایک اہم ترین اور سب سے بڑا صوبہ ''اراکان'' ہے۔ جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور اب اس صوبہ کا سرکاری نام ''رکھائن'' ہے۔

کسی زمانہ میں اراکان مکمل طور پر ایک آزاد اسلامی ریاست تھی، لیکن اس کی اسلام پسندی، برمی بدھسٹوں کو بالکل گوارہ نہ تھی۔ چنانچہ 1784ء میں برما کے راجا ''بورا بارنی'' نے اراکان پر حملہ کر دیا، اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسے اپنے ملک میں شامل کر لیا، یہی نقطۂ آغاز تھا یہاں پر مسلمانوں کی مظلومیت، بے بسی و درماندگی کا۔

1824ء میں برما انگریزوں کی غلامی میں چلا گیا، مسلمانوں نے اس غلامی کے خلاف آواز بلند کی، جس کے نتیجہ میں 1845ء میں ''برما مسلم کانگریس'' (MBC) کے نام سے مسلمانوں کی ایک پارٹی وجود میں آئی، اس پلیٹ فارم سے آزادی کی زبردست مہم چلائی گئی، اگرچہ 1955ء میں سرکاری طور پر مسلمانوں کی اس پارٹی کو ختم کر دیا گیا تاہم اس سے انکار نہیں کہ برما کی آزادی میں اس پارٹی نے ناقابل فراموش قربانیاں پیش کیں۔

100 سال سے زائد عرصہ تک پورا برما انگریزوں کا غلام تھا، بالآخر مسلمانوں اور برمی باشندوں کی قربانیوں اور کوششوں کے نتیجہ میں 1948ء میں برما کو آزادی نصیب ہوئی، لیکن ساتھ ہی انگریزوں اور بدھوں کی ملی بھگت سے برما کو ''بودھ ریاست'' قرار دے دیا گیا۔

اراکان کا صوبہ، بنگلہ دیش کے ساحلی شہر ''چاٹگام'' سے متصل ہے نیز وہ مسلمان ملک بھی ہے اس لئے اراکان کے مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ انہیں مغربی پاکستان کا حصہ بنا دیا جائے، لیکن انگریزی حکام اور برمی بدھ آڑے آئے اور کسی بھی صورت یہ ممکن ہونے نہیں دیا، بلکہ برما کی آزادی کے بعد بدھسٹوں نے سب سے پہلی فرصت میں اراکان سے ''مسلم مٹاؤ'' پالیسی اختیار کی اور اس پر سختی سے عمل شروع کیا۔

اراکان کا علاقہ دیگر صوبوں کے مقابل زیادہ خوشحال تھا، خاص کر چاول کی پیداوار کی وجہ سے دیگر علاقوں سے اسے فوقیت حاصل تھی، اس لئے برمی حکومت اراکان کو آزاد چھوڑنے یا بنگلہ دیش میں شامل ہونے کے حق میں

قطعی نہیں تھی، بلکہ اس نے یہ کوشش شروع کی کہ اراکان سے مسلمانوں کا صفایا کر کے اسے پورے طور پر ''بدھ علاقہ'' بنالیا جائے، اس مقصد کے تحت اراکان کو آزادی سے قبل ہی نشانہ بنایا جاتا رہا اور آزادی کے بعد ان کارروائیوں میں شدت پیدا ہوگئی۔ رفتہ رفتہ انہیں سرکاری نوکریوں سے برطرف کیا گیا، ان کی جائیدادوں پر قبضہ کیا گیا، ان کے کاروبار پر قدغن لگایا گیا اور ان کی ترقی کے سبھی راستوں کو مسدود کر دیا گیا۔

1941ء میں اراکان میں بدھسٹوں نے ''تھاکن'' نامی ایک شدت پسند تنظیم کی بنیاد ڈالی، اس کا شدت پسند لیڈر ''اجوکھائن'' تھا، اس نے پہلے مقامی بدھسٹوں کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا، پھر اسلحے فراہم کیے اور پھر اسی کے اشارہ پر 26 مارچ 1942ء کو اراکان کے ضلع رکھائن میں بسنے والے بے گناہ روہنگیا مسلمانوں کے قتل عام کا آغاز ہوا، یہ سلسلہ تقریبا تین مہینوں تک چلتا رہا۔ جس میں ایک رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ (100000) مسلمانوں کو شہید کیا گیا، جبکہ کئی لاکھ مسلمان بے گھر و بے آسرا ہو گئے۔

اس کے بعد 1950ء میں دوسری بار رکھائن کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی اور بڑے پیمانے پر وحشت و بربریت کا ننگا ناچ ناچا گیا۔ گھروں کو جلایا گیا، عصمتوں کو تار تار کیا گیا اور مردوں کو مختلف قسم کی سخت اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا۔

1962ء میں ''جنرل نے ون'' (Nay Win) کے دور کا آغاز ہوا اور پورا ملک فوجی اقتدار کے رحم و کرم پر آ گیا، یہ مسلمانوں کی ابتلاء و آزمائش کی ایک نئی شروعات تھی، جو پہلے سے کہیں زیادہ سنگین اور سخت تھی۔ برما میں فوجی حکومت قائم ہوگئی، مسلمانوں کو باغی قوم قرار دے دیا گیا، انہیں فوج سے پوری طور پر باہر کر دیا گیا اور پھر مسجدوں و مدرسوں پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔

1967ء میں برمی حکومت کے مختلف قسم کے اقتصادی قانون و ضابطے نافذ کیے، زمینیں، صنعتیں اور نجی تجارت کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ مارکیٹیں اور دکانیں ختم کر دی گئیں، کسانوں سے جانور چھین لیے گئے، راشن کی زبردست قلت کی وجہ سے لوگ بھوک سے مرنے لگے اور صرف اراکان میں تقریبا 25 ہزار مسلمان بھوک کی شدت سے جان بحق ہو گئے۔

مئی 1973ء میں برمی فوج نے 28 ہزار بے گناہ مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا، اس کے بعد دسمبر 1974ء میں برمی فوج نے تقریبا 200 خاندانوں کو کشتی میں بٹھا کر ایک جزیرہ پر چھوڑ دیا، جہاں چند دنوں کی چیخ و پکار کے بعد سب کے سب غرق ہو گئے۔

1978ء میں فوجی حکومت نے خونین آپریشن کی شروعات کی اور ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، کئی لاکھ اپنے گھروں سے بے دخل کر دیے گئے۔ 1982ء تک قتل عام کا یہ سلسلہ جاری رہا، قریب ایک لاکھ پچیس ہزار مسلمانوں کو بدھ مت کا پیرو بنایا گیا۔ جنہوں نے انکار کیا انہیں نقل مکانی پر مجبور کیا گیا۔ اس طرح قریب پانچ لاکھ مسلمانوں نے ہجرت کی، اکثریت نے بنگلہ دیش میں پناہ لی اور ایک بڑی تعداد نے مکہ

معظمہ میں سکونت اختیار کر لی، جو لوگ ہجرت نہ کر سکے ان کی نا کہ بندی شروع کر دی گئی۔ اسلامی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی، اوقاف کو چراگاہوں میں بدل دیا، مدارس و مساجد پر قدغن لگا دی گئی، مسلم بچوں کا سرکاری اسکولوں میں داخلہ ممنوع کر دیا گیا۔ ملازمت کے دروازے بند کر دیے گئے، شادی بیاہ کے سخت قوانین نافذ کیے گئے، لڑکیوں کے لئے 25 سال اور لڑکوں کے لئے 30 سال کی شرط لگائی گئی نیز بچوں کی پیدائش کا بھی ضابطہ نافذ کیا گیا اور پھر 1982ء میں اراکان کے مسلمانوں سے حق شہریت بھی چھین لیا گیا اور اس طرح وہ اپنے ہی ملک میں اجنبی ہو کر رہ گئے۔

1991ء میں پھر مسلمانوں کو تختہ مشق بنایا گیا، متعدد مسجدوں کو نذر آتش کر دیا گیا، بے شمار قرآنی نسخوں کو پھاڑ کر آگ لگادی گئی، دکانوں کو لوٹ لیا گیا، لاشوں پر لاشیں بچھادی گئیں اور اراکان کی سڑکیں خون مسلم سے سرخ ہو گئیں۔

15 مئی 2001ء کو بدھسٹوں نے ایک بار پھر مسلمانوں کو نشانہ بنایا، گیارہ مسجدیں مسمار کر دیں، چار سو سے زائد گھروں کو آگ لگادی اور دوسو افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جن میں سے 20 افراد وہ تھے جو مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے، انہیں اس قدر پیٹا گیا کہ وہ جان کی بازی ہار گئے۔ بدھوں کا مطالبہ تھا کہ مسلمانوں کی مسجدوں کو مسمار کر دیا جائے، جسے حکومت نے سارے عالمی قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے منظوری دیدی۔ جس کے نتیجہ میں متعدد مسجدیں زمین بوس کر دی گئیں، بعض کو مقفل کر دیا گیا۔ مسلمان اپنے گھروں میں عبادت کرنے پر مجبور ہو گئے اور بڑی تعداد نے وہاں سے ہجرت کر لی۔ آج لاکھوں کی تعداد میں برمی مسلمان تھائی لینڈ اور بنگلہ دیش کی سرحدوں پر خیموں میں زندگی گزار رہے ہیں۔

گزشتہ پینسٹھ سالوں سے اراکان کے مسلمان ظلم کی اس چکی میں پس رہے ہیں، ان کے بچے ننگے بدن، ننگے پیر، پھٹے پرانے کپڑے پہنے قابل رحم حالت میں دکھائی دیتے ہیں، عورتیں مردوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتی ہیں اور رہنے کے گھر بھی اجاڑ ہیں۔

ایسے روح فرسا اور سنگین حالات میں خوش آئند بات یہ ہے کہ اراکان کے مسلمانوں نے اپنے دین و مذہب کا کبھی سودا نہیں کیا، ایک بھی خبر ایسی موصول نہیں ہوئی کہ مسلمانوں نے اپنی جان و مال کے خوف سے اسلام کو چھوڑ کر بدھسٹ نظام کو اختیار کیا ہو۔

جبکہ دوسری جانب قابل غور بات یہ ہے کہ بدھسٹوں کے مہاتما "گوتم بدھ" کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ امن و شانتی کے پیامبر تھے، شدت پسندی سے بالکل دور تھے، گھر گھر بھیک مانگ کر نفس کشی کی تعلیم دیتے تھے اور ان کی زندگی کا خلاصہ ہی بھائی چارہ و انسانی ہمدردی تھا، لیکن اس عظیم شخصیت کو ماننے والی یہ بدھسٹ قوم آج اتنی جارحانہ اور شدت پسند کیوں ہو گئی؟ کس پلاننگ کے تحت بدھسٹوں کی ذہن سازی کی گئی اور کس طرح ان کے ذہنوں میں مسلم نفرت کے بیج بو دیے گئے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے سیاسی و مذہبی عوامل کا نہ آج تک درست تجزیہ ہو سکا اور نہ اس کے حل کی سنجیدہ کوشش ہی کی جا سکی۔